اردو اور عربی کے لسانی روابط
(قدیم وجدید تناظر میں)

پروفیسر ڈاکٹر مظہر معین☆

Abstract

The conquest of Sindh by Muhammad bin Qasim in 712 may rightly be termed as the year of interaction between Arabic and Urdu. Arabic being the official language of Islam attracted the attention of the indigenous converts and hence influenced all the local languages including Urdu. This impact can be perceived through the rituals' offering, nomenclature, terminology, vocabulary and the like. Writers of verse and prose have been freely employing Arabic terms, words, phrases and proverbs to convey their message more promptly and vividly. This article is an interactive study of Arabic and Urdu with a special focus on Arabic's influence on Urdu.

اردو اور عربی کے لسانی روابط کا نقطۂ آغاز خلافت معاویہؓ میں فتح مکران (۴۴ھ/۶۴۴ء) اور بعد ازاں خلافت ولید بن عبدالملک (۸۶۔۹۶ھ) میں امیر عراق حجاج بن یوسف کے عزیز محمد بن قاسم کی زیرِ قیادت فتح سندھ وملتان (۹۲ھ/۷۱۲ء) قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مکران سے موجودہ سندھ وملتان تک کا علاقہ اموی خلافت (۴۱۔۱۳۲ھ) کا جزو قرار پایا اور بعد ازاں کم از کم چوتھی صدی ہجری کی خلافت عباسیہ (۱۳۲۔۶۵۶ھ) تک عربی زبان وخط یہاں سرکاری وعمومی لحاظ سے غالب قرار پائے۔ چنانچہ مکران سے دیبل (ٹھٹھہ) اور ملتان تک تمام زبانوں اور بولیوں نے عربی رسم

☆ رئیس کلیہ شرقیہ (پرنسپل اورینٹل کالج) واستاذ شعبہ عربی، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان

الخط اختیار کیا اور سرکاری و دینی زبان کی حیثیت سے عربی کے گہرے اثرات اسماء و الفاظ و اصطلاحات کی صورت میں قبول کیے۔(۱)

یہی سندھی، ملتانی، پنجابی وغیرہ اردو کی ابتدائی شکل قرار دی جاسکتی ہیں جن کا دائرہ بعد ازاں غزنوی فتوحات و اقتدار (۹۹۸۔۱۰۲۶۔۱۱۸۶ء) میں متحدہ پنجاب میں لاہور سے پشاور تم دہلی و جموں و کشمیر تک وسیع ہوگیا اور یہاں کی تمام زبانوں اور بولیوں پر براہ راست یا فارسی کے توسط سے عربی زبان و خط کے گہرے اثرات مرتب ہوئے کیونکہ سلطنت غزنی کی سرکاری زبان ابتداء میں عربی اور بعد ازاں عربی رسم الخط اور وسیع عربی ذخیرہ الفاظ و اصطلاحات کی حامل فارسی زبان تھی۔ نیز دینی ضروریات کے لیے عربی مستقل بالذات حیثیت کی حامل تھی اور اس کی ہر دو حیثیتیں فتح سندھ و ملتان سے اختتام سلطنت مغلیہ (۷۱۲۔۱۸۵۷ء) تک ایک ہزار سال سے زائد عرصہ پر محیط عربی و عجمی مسلم اقتدار میں برقرار رہیں۔ عرب بالعموم موجودہ پاکستان بشمول متحدہ پنجاب و حدود جموں و کشمیر پر محیط علاقے کو ''السند'' اور باقی برصغیر کو ''الھند'' کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عربوں کے ہاں عورتوں کا نام ''ھند'' رکھنے کا رواج زمانہ قبل از اسلام سے چلا آرہا ہے اور ام المومنین ام سلمہؓ کا اصل نام بھی ''ھند'' تھا۔ نیز یہی نام عربوں میں ہندوستان کے لیے رائج تھا اور مُھَنَّد (ہندی تلوار، ہندوستانی لوہے کی تلوار) عربوں کے ہاں بہترین تلواروں میں شمار ہوتی تھی۔(۲)

پس قدیم بلاد السند اور موجودہ پاکستان ہی وہ اولین خطہ ہے جو اردو زبان کے عناصر ترکیبی و تشکیلی (موجودہ پنجابی، سندھی، سرائیکی، دہلوی اردو وغیرہ) پر عربی زبان و رسم الخط کے گہرے اثرات کا حامل چلا آرہا ہے۔ حتیٰ کہ جب انیسویں اور بیسویں صدی میں ہندوی نے ہندوستانی، ریختہ یا اردوئے معلی اور پھر اردو کے نام سے برصغیر پاک و ہند بالخصوص شمالی ہند میں علمی و ادبی و رابطہ زبان کی وسیع تر صورت اختیار کی تو اس کا نہ صرف رسم الخط عربی و فارسی و ترکی کا مشترکہ عربی رسم الخط (چند حروف و اصوات کے اضافہ اور رد و بدل کے ساتھ) تھا، بلکہ اس کے الفاظ و اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ بھی عربی زبان سے ماخوذ تھا۔ نیز ۱۸۵۷ء تک بلکہ انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں

صدی کے ربع اول تک شاید ہی کوئی تعلیم یافتہ اردو دان بالخصوص مسلمان ایسا گزرا ہو جس نے عربی و فارسی زبانوں کی تعلیم علمی و دینی ضروریات کے تحت حاصل نہ کی ہو۔ اس طرح اردو اور عربی کے لسانی روابط کی تاریخ درحقیقت پہلی صدی ہجری سے پندرہویں صدی ہجری اور ساتویں صدی عیسوی سے اکیسویں صدی عیسوی تک تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پر محیط ہے(۴)۔ آج بھی گوادر و مکران کے باشندے ہمسایہ عربی اسلامی سلطنت عُمان (مسقط) سے مربوط نیز بیک وقت اردو، عربی اور مکرانی (بلوچی) زبانوں سے واقف بلکہ کثیر تعداد میں دوہری پاکستانی و عُمانی قومیت کے حامل اور عربی۔ اردو قدیم وجدید روابط کا بیّن ثبوت ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی بظاہر ناکامی اور برصغیر پر برطانوی تسلط کی تکمیل (۱۸۵۷ء۔۱۹۴۷ء) کے تقریباً صد سالہ دور میں جب فارسی زبان کی جگہ سرکاری و تعلیمی زبان کی حیثیت سے انگریزی کا غلبہ ہوا تو اردو زبان نے عربی و فارسی کی قائمقام زبان کی حیثیت سے ثانوی سرکاری و رابطہ زبان کی حیثیت اختیار کر لی اور علمی و ادبی فوقیت کی حامل قرار پائی۔ مگر اس دور غلامی میں بھی عربی زبان و رسم الخط کے گہرے اثرات جاری و ساری رہے اور اگست ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں زوال پذیر مگر قومی زبانوں میں شامل اردو زبان پاکستان کی سرکاری و قومی زبان قرار پائی۔ ۱۹۷۱ء میں قیام بنگلہ دیش کے بعد اب موجودہ پاکستان اور ریاست جموں و کشمیر ہی وہ واحد مملکت و ریاست ہے جہاں اردو زبان کو سرکاری، قومی و تعلیمی و رابطہ زبان کی حیثیت سے غلبہ حاصل ہے اور اس کے لسانی روابط قرآن و اسلام نیز عالم عرب و اسلام کے حوالے سے عربی زبان سے مستحکم تر ہیں۔ نیز پاکستان و برصغیر میں ایسے مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں جنہوں نے محض قرآنی عربی حروف کے توسط سے اردو لکھنا پڑھنا سیکھا اور اردو و عربی کے دائمی لسانی روابط پر مہر تصدیق ثبت کی۔ آج بھارت و بنگلہ دیش کے پینتیس کروڑ سے زائد ہندی، بنگلہ، تامل، ملیالم، مراٹھی وغیرہ بولنے لکھنے والے مسلمان اردو حروف سے محض ناظرہ قرآن کے حوالہ سے شناسائی و خواندگی کے حامل ہیں جیسا کہ ممتاز بھارتی اداکار عامر خان نے کئی سال پہلے اپنے دورہ پاکستان بسلسلہ شوکت خانم ہسپتال میں فرمایا کہ وہ اردو تو

نہیں البتہ ناظرہ قرآن پڑھنا جانتے ہیں اور ان سے کئی عشرے پہلے مشہور گلوکارہ لتا منگیشکر نے باقاعدہ ایک عربی دان مولوی صاحب سے اردو کی تعلیم حاصل کی تاکہ ہندوستانی نغمات کا لہجہ اور تلفظ درست رکھا جاسکے۔پس جدید تناظر میں اردو زبان کے فروغ واشاعت کا مؤثر ذریعہ یہی مستحکم اردو۔عربی لسانی وخطی روابط اور عربی اسلامی مدارس ومساجد ہیں جو پورے برصغیر کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔(۴)

عربی۔اردو لسانی روابط کو مختصراً درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔	اردو کا عربی رسم الخط	۲۔	قرآن وحدیث کے اثرات
۳۔	عربی اسماء والقاب	۴۔	عمومی عربی الفاظ وکلمات
۵۔	عربی اصطلاحات	۶۔	متفرق ادبی اثرات

۱۔ اردو کا عربی رسم الخط

اردو زبان کے لیے ابتدا ہی سے عربی رسم الخط اپنایا گیا جو کہ عربی، فارسی، ترکی کا مشترکہ رسم الخط تھا تاہم جس طرح فارسی کے لیے قدیم پہلوی خط کی بجائے عربی رسم الخط اپناتے وقت بعض حروف واصوات کا اضافہ کیا گیا، اسی طرح برصغیر کے مخصوص لسانی تناظر میں بعض حروف واصوات (ڈ، ٹ، ڑ، بھ، چھ، کھ وغیرہ) کا مزید اضافہ کیا گیا، جیسا کہ سندھی، پنجابی، سرائیکی، کشمیری، بلوچی، پشتو، براہوی جیسی مختلف علاقوں کی زبانوں اور بولیوں کے عربی رسم الخط کا معاملہ چلا آرہا ہے۔تاہم یہ اردو خط، عربی خطِ نسخ کی بجائے بالعموم فارسی کی طرح عربی خط نستعلیق تھا۔ساتھ ہی قرآن وحدیث اور عربی اسلامی کتب کے مطالعہ کے لیے خط نسخ بھی تعلیم وتعلم میں رائج وشائع رہا اور کم وبیش یہی صورت حال اب تک برقرار ہے۔اگرچہ یہ مسئلہ ماضی کی طرح عصر حاضر میں بھی درپیش ہے کہ عالم عرب واسلام او رپاکستان کی مختلف زبانوں کا رسم الخط قدیم وجدید ادوار میں بطور مجموعی خط نسخ چلا آرہا ہے اور خود ایران جیسے مرکز فارسی میں طباعت واشاعت میں بالعموم خط نسخ کو استعمال کیا جارہا ہے۔لہذا اگر مسلم ممالک اور مسلم اقلیتی ممالک میں ایک مسلمان کو قرآنی عربی کے ساتھ عربی رسم الخط کی بعض دیگر زبانوں (اردو، فارسی، پنجابی، پشتو، سندھی، بلوچی وغیرہ) کی تعلیم بھی حاصل کرنا ہے تو قرآنی عربی خط نسخ اور

اردو، فارسی کے خط نستعلیق کی بیک وقت تعلیم کا مسئلہ اس بات کا متقاضی ہے کہ قرآنی خط نسخ کو جو بہر حال ہر مسلمان کو سیکھنا ہے، حتی الامکان ترجیح دی جائے نیز پاکستان میں عربی حروف ابجد کی بنیاد پر اردو سمیت تمام عربی الخط زبانوں کے حروف واصوات زائدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی مربوط حکمت عملی اختیار کی جائے۔(۵)

۴۔ اردو پر قرآن وحدیث کے اثرات

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ براہ راست بھی جزوزبان اردو ہیں اور ان پر مبنی الفاظ و کلمات بھی۔ اس کی ایک عمدہ مثال اردو تقاریر جمعہ وعیدین و دیگر دینی وثقافتی تقاریب واجتماعات ہیں جن میں بالعموم حمد وثناء اور تعوذ وتسمیہ سے آغاز کیا جاتا ہے اور آیات واحادیث کو جزوخطاب بنایا جاتا ہے۔ نیز روزمرہ کی زندگی میں آیات واحادیث اور ان سے ماخوذ دینی کلمات جزوزبان وثقافت بن چکے ہیں۔ مثلاً بسم اللہ، سبحان اللہ، جزاک اللہ، ماشاء اللہ، انا للہ وانا الیہ راجعون، استغفر اللہ، نعوذ باللہ، آمنا وصدقنا، حاشا وکلا، لاحول ولاقوۃ، لا الہ الا اللہ، السلام علیکم، فی امان اللہ وغیرہ۔ بطور مثال صرف ''تذکرہ'' ابوالکلام آزادی کا مطالعہ کیا جائے تو تین سو سے زائد آیات اور کم ازکم سو احادیث کا اچھا خاصا ذخیرہ اس شاہکار اردو تصنیف کے متفرق مقامات پر ملتا ہے۔(۶)

اسی طرح کلام اقبال میں متعدد اشعار میں براہ راست یا بالواسطہ آیات واحادیث کو نظم کیا گیا ہے مثلاً:

خودی کا سرّ نہاں لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ
خودی ہے تیغ فساں لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ (۷)

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ھُوَ اللّٰہُ اَحد کہتے تھے (۸)

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رَفَعنَالَکَ ذِکرَک دیکھے (۹)

یہ لسان العصر کا پیغام ہے

اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ، یاد رکھ (۱۰)
جہان تمام ہے میراث مرد مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ لَولَاک (۱۱)
علم کا "موجود" اور، فقر کا "موجود" اور
اَشھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اَشھَدُ اَنْ لَا اِلٰـہَ (۱۲)

خلاصہ کلام یہ کہ اردو زبان کا تحریری و تقریری دینی و عمومی ادب قرآنی عربی اور حدیث نبوی کا وافر حصہ اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اور آیات و احادیث اردو زبان و ادب کا جزو لاینفک ہیں۔

۳۔ اردو میں عربی اسماء و القاب

اردو زبان کا ایک جزو عظیم وہ عربی اسلامی اسماء و القاب ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں افراد و اشخاص و مقامات وغیرہ کے حوالہ سے مروج ہیں۔ برصغیر کے کروڑوں اردو دان مسلمانوں اور کسی حد تک غیر مسلم اہل علم و ادب کے نام اور تخلص وغیرہ بھی عربی الاصل ہیں۔ مثلاً محمد، احمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابوعبیدہ، عبدالرحمٰن، سعد، سعید، عبداللہ، عبید اللہ، عباس، حسن، حسین، سفیان، معاویہ، انس، بلال، مصعب، زید، کعب، معاذ، صہیب، یاسر، عمار، خبیب۔

خدیجہ، عائشہ، حفصہ، سودہ، جویریہ، میمونہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، صفیہ، ماریہ، ریحانہ، زینب، رقیہ، ام کلثوم، فاطمہ، اسماء، امامہ، سکینہ۔

سید علی بن عثمان ہجویری، سید محمد عثمان مروندی، بہاء الدین زکریا ملتانی، نظام الدین اولیاء، امیر خسرو، ابوالفضل فیضی، ابوالفیض فیضی، (شاہ) ولی اللہ، (شاہ) رفیع الدین، (شاہ) عبدالقادر، (شاہ) عبدالغنی، (شاہ) اسمٰعیل شہید، مملوک علی، قاسم نانوتوی، محمود الحسن، حسین احمد مدنی، انور (شاہ) کشمیری، احمد رضا بریلوی، اشرف علی تھانوی، (سر) سیّد احمد خان، راس مسعود، محسن الملک، وقار الملک، میر عثمان علی (خان) میر محبوب علی (خان) سلطان محمد (شاہ آغا خان)، سیّد امیر علی، قائد اعظم محمد علی جناح، شہید ملت لیاقت علی خان، جواہر (لال نہرو)، ذاکر حسین، فخر الدین علی احمد، ابوبکر زین العابدین عبدالکلام، ہدایت اللہ، نجمہ ہبۃ اللہ، محمد یونس۔

علامہ محمد اقبال، عبدالحی لکھنوی، عبدالحی فرنگی محلی، شبلی نعمانی، حیرت دہلوی، سید سلیمان ندوی، ابو الاعلیٰ مودودی، سید ابوالحسن علی ندوی، قاضی نذر الاسلام، (آغا) حشر کاشمیری، فیض احمد فیض، حفیظ جالندھری، حبیب جالب، نعیم صدیقی، احمد ندیم قاسمی، منیر نیازی، حفیظ تائب، خلیق احمد انجم، (رگھوپتی سہائے) فراق گورکھپوری، (پنڈت دتاتریہ دت) کیفی، مالک (رام)۔

مولوی محمد شفیع، حافظ محمود شیرانی، شیخ محمد اقبال، اشتیاق حسین قریشی، وحید قریشی، عبادت بریلوی، غلام حسین ذوالفقار، عبید اللہ خان، افتخار احمد صدیقی، ناظر حسن زیدی، محمد باقر، سجاد باقر رضوی، سہیل احمد (خان)

تاج محل، (لال) قلعہ، حیدر (آباد)، احمد (آباد)، عظیم (آباد)، اکبر (آباد) دولت (آباد) اسلام (آباد) نظام (آباد)، وزیر (آباد) فیصل (آباد)۔

دارالعلوم (دیوبند) دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنو) جامعہ سلفیہ (بنارس) مدرسہ عالیہ (کلکتہ) جامعہ ملیہ اسلامیہ (دہلی) مدرسہ منظر اسلام (بریلی) مدرسۃ الواعظین (لکھنو) جامعہ عثمانیہ حیدر (آباد دکن) مسلم (یونیورسٹی) علی (گڑھ)۔

ان اشارات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ لاکھوں اردو دان خواتین وحضرات نیز اشیاء و مقامات کے اسماء والقاب وتخلص وغیرہ عربی سے ماخوذ اور اردو زبان کا جزو لاینفک ہیں۔(۱۳)

۴۔ عمومی عربی الفاظ وکلمات

قرآن وحدیث وعربی اسماء والقاب کے وسیع ذخیرہ کے علاوہ اردو زبان میں عمومی عربی ذخیرہ الفاظ وکلمات بھی عظیم الشان ہے۔ اردو کی کسی کتاب، اخبار، رسالہ کا کوئی ایک پیرا نکال کر اس کے عربی الفاظ وکلمات الگ کر لیے جائیں تو اکثر وبیشتر یا بکثرت الفاظ عربی الاصل نظر آئیں گے۔ یہی صورت حال اردو شاعری کی ہے۔ مثلاً بقول غالب (۱۷۹۷-۱۸۶۹ء):

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا (۱۴)

اس شعر میں (مسائل، تصوف، بیان، غالب، ولی) پانچ عربی الفاظ ہیں جن کو نکال دینے سے اس شعر کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ بقول اقبال:

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق (۱۵)

اس شعر میں کل نو عربی الفاظ ہیں جب کہ لفظ عشق کی تین مرتبہ تکرار ہے۔
نیز اردو ہندسے بھی (۴ اور ۷ کے علاوہ) عربی ہندسوں سے ماخوذ ہیں۔

۵۔ متفرق ادبی اثرات

اردو زبان کی نثر و نظم، عروض، تلمیحات، تشبیہات، استعارات و کنایات وضرب الامثال، اسالیب وتراکیب، الفاظ و اصطلاحات عربی زبان سے اردو کے قدیم وعمیق روابط اور وسیع اخذ و استفادہ کی روشن دلیل ہیں۔

چنانچہ سرسید احمد خان کے رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' سے دیوان غالب وکلیات اقبال تک اور ڈپٹی نذیر احمد کے ناول ''توبۃ النصوح''، ''مرآۃ العروس''، ''بنات النعش'' سے ابو الکلام آزاد کے الہلال، تذکرہ، غبار خاطر، ترجمان القرآن تک نیز شبلی نعمانی کی سیرۃ النبیؐ، الفاروقؓ، المامون سے حفیظ جالندھری کے شاہنامہ اسلام اور آغا حشر کاشمیری کے ڈراموں تک برصغیر کے طول و عرض میں کم از کم گزشتہ دو صدیوں کا اردو ادب دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے کافی حد تک عربی زبان وادب کا مرہون منت ہے۔

لہٰذا اردو اور عربی کے مذکورہ ومسلمہ لسانی و ادبی روابط پر روایتی اور تقلیدی انداز میں تفصیلی بحث کسی حد تک تحصیل حاصل ہے۔ اس حوالہ سے کئی کتب ومقالات تصنیف ہو چکے ہیں۔ خود راقم کی زیر نگرانی پی۔ ایچ۔ ڈی عربی کے ضخیم مقالے بزبان عربی بعنوان ''أثر اللغة العربية في اللغة الأردية'' (اردو زبان پر عربی کے اثرات) پر شعبہ عربی جامعہ پنجاب میں ۲۰۰۸ء میں ڈگری دی جا چکی ہے (۱۶)۔ بیسویں صدی کے نصف اول تک اردو زبان و ادب کے اعلام ومشاہیر وہی قرار پائے ہیں جو بیک وقت عربی، فارسی اور اردو زبان وادب کی کماحقہ معرفت کے حامل تھے۔

۶۔ اردو میں عربی اصطلاحات

اردو میں اصطلاح سازی کے وقت بالعموم عربی اصطلاحات وضع کی جاتی ہیں۔اس سلسلے میں ماضی بعید سے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کی وضع کردہ اصطلاحات،فرہنگ آصفیہ سے دفتری اصطلاحات و محاورات کی لغت مطبوعہ مجلس زبان دفتری (حکومت پنجاب) و مطبوعات مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد تک موضوعہ و مترجمہ اصطلاحات کا وسیع ذخیرہ عربی سے ماخوذ ہے اور عمومی لحاظ سے بھی عربی اصطلاحات وسیع پیمانے پر معروف و مستعمل ہیں،مثلاً:

مشاعرہ، ادب،شعر،نثر،حمد،نعت،منقبت،مرثیہ،تلمیح، استعارہ، کنایہ،تشبیہ،ضرب المثل، دیوان،کلیات۔

معاشیات، سیاسیات،عمرانیات،طبیعات، کیمیا، حیاتیات،نباتیات،حیوانیات،آثاریات، ریاضی،تقابل ادیان، اسلامیات، دینیات، ابلاغیات،صحافت، انسانیات۔

جامعہ،کلیہ،شعبہ،رئیس الجامعہ،شیخ الجامعہ، رئیس/صدرشعبہ،شعبہ امتحانات، انتظامیہ،کلیہ، مدرسہ،صدرمدرس، ابتدائی تعلیم،ثانوی تعلیم،اعلیٰ تعلیم۔

انتخابات،صدر، وزیر اعظم، وزیر تعلیم، وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، وزیر دفاع، وزیر بلدیات، وزیر قانون، ایوان صدر۔

برصغیر پاک و ہند، اسلامی جمہوریہ پاکستان، اسلامی نظریاتی (کونسل)، ہیئت مقتدرہ قومی (زبان)،قومی (اسمبلی)، وفاقی حکومت، (صوبائی) حکومت،قومی و علاقائی (زبانیں)، اتحاد بین المسلمین،دستور۱۹۷۳ء،نفاذ شریعت (ایکٹ)۱۹۹۱ء۔

عدالت عظمیٰ،عدالت عالیہ،ایوان عدل،مقدمہ، وکیل، وفاقی شرعی عدالت، قانون، جناب والا، جناب عالی، مدعی، مدّعا علیہ، تمام حالات و واقعات (کو) مدنظر (رکھتے ہوئے) عمر قید، قید بامشقت،(سزائے)موت،(با)عزت بری،حکم، فیصلہ،تعزیرات ہند وغیرہ(۱۷)۔

غرض انگریزی کی ایسی مستعمل اصطلاحات کے علاوہ جن کا ترجمہ نہیں کیا گیا، اردو

اصطلاحات کی کثیر تعداد عربی زبان سے ہی ماخوذ ہے اور انگریزی کی یونانی ولاطینی الاصل اصطلاحات کے تراجم جب بھی کیے جاتے ہیں تو اس میں کافی حد تک عربی اصطلاحات سے استفادہ کیا جاتا ہے کیونکہ انگریزی وفرانسیسی وغیرہ کی متبادل عربی اصطلاحات سالانہ یا مقررہ مدت میں ہر سال وضع اور شائع کی جاتی ہیں جس کا اہتمام ۲۲ عرب ممالک پر مشتمل جامعة الدول العربية (عرب لیگ) اور اس کی ذیلی تنظیم المنظمة العربية للتربية و العلوم و الثقافة (A.L.E..S.C.O) نیز مختلف اداروں اور اکادمیوں سے وابستہ نامور علماء و ادباء ومستشرقین کرتے ہیں اور اسلامی کانفرنس (O.I.C) اور اس کے ذیلی ادارہ المنظمة الاسلامية للتربية و العلوم و الثقافة (I.C.E.S.C.O) نیز اقوام متحدہ اور اس کی ذیلی تنظیم یونیسکو کے اشتراک سے مشترکہ عربی اصطلاحات عالم عرب، عالم اسلام، افریقی اتحاد (یونین) اور اقوام متحدہ تک ان تمام اداروں میں یکساں طور پر رائج ہو جاتی ہیں جہاں عربی زبان، انگریزی وفرانسیسی وغیرہ کے ہمراہ سرکاری زبانوں میں شامل ہے اور عربی زبان عالم عرب واسلام وافریقہ کے بطور مجموعی ۸۵ سے زائد ممالک کی وہ واحد مشترکہ زبان ہے جسے یہ منفرد مقام حاصل ہے۔ بہر حال یہ مسلمہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اردو میں ہزاروں عربی اصطلاحات زمانہ قدیم سے عصر جدید تک رائج چلی آ رہی ہیں۔ تاہم اردو میں اصطلاحات سازی کے جدید تناظر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ماضی کے اردو دان مشاہیر کی طرح ہر ماہر اردو، استاد و دانشور واصطلاح ساز، عربی زبان کے قواعد و اصطلاحات سے حتی الامکان واقف ہو، تاکہ ہر ہر شعبہ حیات میں اصطلاح سازی کے نظام میں یکسانیت و عالمگیریت پیدا ہو سکے اور مختلف اردو دان ممالک کے ماہرین اردو نیز ایک ہی مملکت کے مختلف ادارے اصطلاحی یکسانیت اختیار کر سکیں، بالخصوص پاکستان میں اردو کی سرکاری قومی، تعلیمی، صوبائی اور رابطہ زبان کی منفرد حیثیت کے پیش نظر ناگزیر ہے کہ ہر شعبہ حیات میں اصطلاح سازی وترجمہ اصطلاحات کے وقت اصولی طور پر عربی زبان کی بطور سرکاری زبان بائیس عرب ممالک، ان کی نمائندہ تنظیم "عرب لیگ"، اسلامی کانفرنس (۵۷ ممالک)، افریقی یونین (۵۳ ممالک) اور اقوام متحدہ تک رائج یکساں اصطلاحات اور

انگریزی وفرانسیسی اصطلاحات کے شائع کردہ عربی تراجم کو پیش نظر رکھا جائے۔ اگر عربی اصطلاح کی بجائے بعض صورتوں میں فارسی، ہندی، یا مختلف مادری زبانوں کی اصطلاحات قبول کی جائیں تو ان کی وجہ عالمی عربی اصطلاحات سے ناواقفیت نہ قرار پائے جو کہ بالعموم جدید اردو دان اصطلاح سازوں کا المیہ ہے۔ ان اصطلاحات کی متبادل انگریزی/فرانسیسی اصطلاحات بھی کئی صورتوں میں عربی زبان میں مستعمل رہتی ہیں مگر ہر کسی کو معلوم ہوتا ہے کہ یونانی ولاطینی الاصل انگریزی/فرانسیسی اصطلاح کی متبادل عربی اصطلاح موجود ہے اور فصیح عربی زبان میں بالعموم عربی اصطلاحات ہی تحریر وتقریر میں مرورزمانہ کے ساتھ ساتھ مانوس ومستعمل ہوجاتی ہیں۔

اس حوالہ سے اہل زبان اردو کو ایران کی مثال بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ وہاں انقلاب ایران (فروری ۱۹۷۹ء) کے بعد دستور میں عربی زبان کو دورہ متوسطہ میں (ساتویں سے بارہویں تک) لازمی قرار دیتے ہوئے اس کی قرآنی واسلامی حیثیت کے علاوہ فارسی ادبیات میں اس کی کامل آمیزش کا بھی تذکرہ واعتراف کیا گیا ہے:

''از آنجا کہ زبان قرآن وعلوم ومعارف اسلامی عربی است وادبیات فارسی کاملاً بہ آں آمیختہ است، ایں زبان باید پس از دورہ ابتدائی تا پایان دورہ متوسطہ درھمہ کلاسھا ودرھمہ رشتہ ھاتدریس شود (۱۸)۔''

نیز ایران میں فارسی زبان میں غیرملکی زبانوں کے الفاظ داخل کرنے کی حوصلہ شکنی وممانعت ہے تاہم عربی زبان اس پابندی سے مستثنیٰ ہے۔ جب کہ شاہنشاہی دور میں فارسی کی عربی الفاظ و اصطلاحات سے تطہیر اورمغربی زبانوں بالخصوص فرانسیسی زبان سے استفادہ کے لیے سرکاری سرپرستی میں ادارے کام کررہے تھے (۱۹)۔

اس طرح ایران میں عربی، فارسی اور علاقائی زبانوں (کردی، آذری، بلوچی وغیرہ) کو مربوط کرنے نیز زبان کو غیرملکی اثرات سے پاک کرنے کا مؤثر انتظام کیا گیا ہے۔ بظاہر یہ پابندی بہت سے ماہرین اردو کے نزدیک ناقابل قبول ہے مگر جس قسم کی انگریزی الفاظ اور یونانی ولاطینی

الاصل اصطلاحات سے پُر اردو اس وقت بالخصوص پاکستان میں ذرائع ابلاغ وغیرہ میں رائج ہے اور جس طرح ٹیلی ویژن، موبائل اور انٹرنیٹ کے ذریعے لاطینی/انگریزی رسم الخط میں مروج اور قومی سطح پر فروغ پذیر ہے، اسے شاید اردو کی نسبت اردو۔انگریزی مخلوط زبان کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ لہذا اس کے تدارک کے لیے اگر اردو جیسی ''لشکری زبان'' کے حوالہ سے مذکورہ طرز کی پابندی سے اتفاق نہ بھی کیا جائے، تو بھی اردو زبان کے عربی رسم الخط اور عربی، فارسی، ہندی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے کم از کم یونانی ولاطینی الاصل انگریزی الفاظ واصطلاحات کی بھرمار کو محدود کرنے کے لیے عربی زبان و اصطلاحات نیز حسب ضرورت فارسی، ہندی اور دیگر برصغیری زبانوں سے اخذ واستفادہ کے لیے ایک مربوط لائحہ عمل تشکیل دینے کی ضرورت ہے اور کم از کم تمام پاکستانی زبانوں میں انگریزی کی بجائے متبادل اصطلاحات کی ترویج کی حوصلہ افزائی ناگزیر ہے۔

اردو میں مستعمل عربی اصطلاحات کی تفصیل کے تناظر میں چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ہیئت مقتدرہ قومی زبان (National Language Authority)

عربی: سُلطَةُ اللِسَان القَومِی (سُلطَةُ اللُغَة الوَطَنِيَّة) فارسی: سُلطه زبان مِلّی

سُلطہ کا لفظ سلطان یا سلطنت سے ملتا جلتا اقتدار یا اتھارٹی کے معنی میں ہے جو عربی و فارسی میں مستعمل اور ہیئت مقتدرہ کی نسبت مختصر و مانوس ہے۔ گمان غالب یہی ہے کہ یہ اصطلاح گھڑتے وقت عربی و فارسی اصطلاح پیش نظر نہ تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

''اسلامی نظریاتی کونسل'' کا عربی متبادل خود کونسل کی طرف سے ''مجلس الفکر الاسلامی'' اور انگریزی میں Islamic Ideology Council مرقوم ہے۔ جب کہ عربی نام ہی کو اردو میں اختیار کر لیا جائے، خواہ سادہ کر کے یعنی ''مجلس فکر اسلامی'' تو پاکستان اور عرب وعجم میں قابل فہم ہونے کے علاوہ ترجمہ میں ''کونسل'' کے انگریزی لفظ سے بھی نجات مل سکتی ہے۔

''اسلامی جمہوریہ پاکستان''۔ عربی میں ملک کو مؤنث مانتے ہوئے مثلاً الجمهورية الاسلامية الموريتانية (جمہوریہ اسلامیہ موریطانیہ) اور فارسی میں ملک کو مذکر مانتے ہوئے

''جمہوری اسلامی ایران'' لکھا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے عربی ترکیب کے مطابق ''جمہوریہ اسلامیہ پاکستان'' یا فارسی ترکیب کے مطابق ''جمہوری اسلامی پاکستان'' ہوسکتا ہے، مگر ترجمہ کرنے والوں نے اسلامی (مذکر) کے ساتھ جمہوریہ (مؤنث) جوڑتے وقت کیا ''پاکستان'' کو مذکر لفظ مانا یا مؤنث، قابل وضاحت ہے۔ ''اسلامیہ ہائی سکول'' میں سکول مذکر ہے اور اسلامیہ مؤنث۔ اسلامی ہائی سکول یا عربی میں المدرسة الثانوية الاسلامية ہے، مگر ومذکر انگریزی لفظوں کے ساتھ مؤنث کیوں لگایا، قابل توجہ ہے۔ اس کے برعکس ''جامعہ ملیہ اسلامیہ'' تینوں الفاظ مؤنث اور درست ہیں۔ اقوام متحدہ (عربی میں الأمم المتحدة) تو اردو میں بھی خوبصورت اور ترکیبی لحاظ سے درست ہے، مگر ''سلامتی کونسل'' انگریزی اصطلاح (Security Council) کا ایسا ترجمہ ہے جس میں کونسل انگریزی کا لفظ ہے اور ترجمہ صرف ''سکیورٹی'' کا کرنا مناسب سمجھا گیا ہے جب کہ عربی میں اس کا ترجمہ (مَجلِسُ الامن) ہے۔ غالباً ترجمہ کرنے والوں کے علم میں یہ عربی اصطلاح نہ تھی ورنہ شاید وہ اسے اختیار کرنے کی بجائے نئی اصطلاح گھڑنے میں اپنا قیمتی وقت صرف نہ کرتے۔ ''جنرل اسمبلی'' کو من وعن اردو میں اختیار کرلیا گیا جب کہ عربی میں الجمعية العامة (جمعیت عامہ) رائج ہے۔

اگر چہ یہ دلیل بھی اپنی جگہ قابل توجہ ہے کہ اردو زبان، عربی وفارسی اصول قواعد کی پابند نہیں ہے، مگر شاید اس امر سے اختلاف مشکل ہوگا کہ اردو اصطلاح سازوں کی عربی وفارسی اصطلاحات سے کماحقہ واقفیت کے ذریعے اصطلاح سازی کے عمل کو مربوط تر اور جامع تر بنایا جاسکتا ہے اور اردو زبان کے عربی فارسی تشخص کو بھی محفوظ تر بنایا جاسکتا ہے۔

عربی میں ''رئیس الجامعہ'' وائس چانسلر کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر اردو میں ''شیخ الجامعہ''، جامعہ کراچی میں اور ''رئیس الجامعہ''، جامعہ پنجاب میں مستعمل ہے جب کہ رجسٹرار کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ عربی میں رجسٹرار (مُسَجِّل)، ڈپٹی رجسٹرار (نائبُ المُسَجِّل)، اسسٹنٹ رجسٹرار (مُسَجِّل مُساعِد)، رجسٹریشن (تَسجِیل) کو پیش نظر رکھا جاسکتا ہے۔ صدر شعبہ/رئیس شعبہ (Chairman) کے لیے مستعمل ہے جب کہ عربی میں صدر کی بجائے رئیس شعبہ اور رئیسہ شعبہ ہے، نیز ڈین کے لئے ''عمید'' اور کالج/فیکلٹی کے لئے ''کُلِیَّہ'' کا لفظ مستعمل ہے۔

پس اگر اردو اصطلاحات کو عربی نظام اصطلاحات اور بعد ازاں حسبِ ضرورت فارسی و ہندی و دیگر مقامی اصطلاحات کی معرفت و ترجیح کی بناء پر مربوط کیا جائے تو اردو میں غیر یکساں اصطلاحات نیز سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، سرائیکی وغیرہ تمام پاکستانی زبانوں میں الگ الگ اصطلاحات کی بجائے مشترک اصطلاحات اختیار کی جاسکتی ہیں اور وہی پورے برصغیر میں اردو کے لئے رائج ہوسکتی ہیں۔

اردو۔عربی لسانی روابط کے جدید تناظر میں بھارت کی صورت حال بھی قابل توجہ ہے۔ اگر چہ اردو، بھارت کی کم وبیش ۱۵ قومی زبانوں میں دستور ہند کی رو سے شامل ہے اور آندھرا پردیش، بہار، یوپی اور دہلی میں اسے دوسری سرکاری زبان قرار دیا جا چکا ہے، نیز فلم، ناٹک، ذرائع ابلاغ اور عام بول چال کی ہندی کہلانے والی زبان اردو سے قریب تر ہے، مگر وہاں اردو زبان سے تعلق یا وابستگی زیادہ تر یا تو دینی مدارس و جامعات کے لاکھوں علماء وطلبہ تک محدود ہے یا کلیات و جامعات کے شعبہ ہای عربی، فارسی، اردو اور اسلامیات تک۔عمومی نظام تعلیم میں ہندی زبان لازمی تعلیمی زبان ہے اور اردو کو ایک اختیاری زبان سے زیادہ حیثیت بالعموم حاصل نہیں۔ پھر غیر ہندی دان علاقوں بالخصوص جنوبی و شمال مشرقی ہند (تامل ناڈو، کیرالہ، کرناٹک، بنگال، آسام، مہاراشٹر وغیرہ) میں اردو زبان کو یوپی، سی پی، بہار، ہریانہ جیسے اردو/ہندی دان علاقوں جیسی حیثیت نہ مسلمانوں کی نئی نسلوں میں حاصل ہے اور نہ غیر مسلموں میں، بلکہ جنوبی ہندوالوں کا رجحان عربی کی طرف زیادہ ہے(۴۰)۔ چنانچہ کیرالہ میں ایک مسلم وزیر تعلیم جناب سی ایچ محمد کویا نے عربی زبان کی تدریس کے لیے ہر سکول میں جہاں دس مسلمان طالب علم تھے، عربی کا استاد فراہم کرنے کے احکام صادر فرمائے اور اب ان عربی اساتذہ کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی ہے(۴۱)۔ اس طرح عربی زبان جنوبی ہند کے مسلمانوں میں مسلسل فروغ پذیر ہے اور یہی عربی تعلیم بالواسطہ طور پر اردو زبان کے فروغ کا باعث ہے کیونکہ ہندی لازمی کے ساتھ عربی پڑھنے والا مسلمان طالب علم تھوڑی سی کوشش سے اردو تحریر پڑھ سکتا ہے۔ تاہم یہ صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ برصغیر (پاکستان وہندو بنگلہ دیش) کے ۵۰ کروڑ سے زائد مسلمان اپنی دیگر سرکاری وقومی وتعلیمی زبانوں کے ہمراہ اپنی مشترک علمی ودینی زبان نیز امت مسلمہ کی مشترک قومی زبان (لسانِ امت) اور امہات المومنینؓ کے حوالے سے ہر مسلمان کی مادری زبان (۴۲) کی حیثیت سے اپنی موجودہ سرکاری قومی زبانوں کے ہمراہ عربی زبان کو بھی سرکاری، قومی اور تعلیمی سطح پر اس کے

شایان شان مقام دلوانے پر غور و اتفاق فرمائیں نیز نماز اور قرآن مجید کی ناظرہ تعلیم دینے والے علماء دائمہ مدارس و مساجد مسلمانوں کو عربی زبان و رسم الخط کی ابتدائی تعلیم بحوالہ ناظرہ قرآن و قرآن فہمی دینے کا مزید اہتمام کریں اور ساتھ ہی اردو کے اضافی حروف و اصوات سے بھی روشناس کرادیا جائے تو اردو۔عربی لسانی روابط کا فروغ اردو میں ایک نئی طرز فکر کے ساتھ مفید و مؤثر ہوسکتا ہے۔

اردو،عربی لسانی روابط کی ایک نئی جہت جمہوریہ عربیہ مصر کی چار یونیورسٹیوں (جامعة الازهر، جامعة القاهرة، جامعة عين شمس اور جامعة الاسكندرية) میں شعبہ ہای اردو کا قیام ہے۔(۴۳)

آخر میں اہل زبان و ادب کے لئے یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اردو اور ہندی کو تو عربی و دیوناگری رسم الخط کے اختلاف، نیز اردو میں عربی، فارسی اور جدید ہندی میں سنسکرت الفاظ و اصطلاحات کی کثرت کی بنا پر عوامی سطح پر رابطہ باہم نیز ذرائع ابلاغ (فلم، ڈرامہ وغیرہ) میں مشابہت و یکسانیت کے باوجود دو الگ زبانیں تسلیم کیا جاچکا ہے، مگر خوش قسمتی سے پنجابی زبان جو پاکستان میں رہنے والی پنجابی اکثریت میں عربی رسم الخط (شاہ مکھی) اور بھارتی پنجاب میں ہندی سنسکرت سے ملتے جلتے گورمکھی رسم الخط میں رائج ہے، نیز عوامی سطح پر یکسانیت یا مشابہت کے باوجود سرکاری و ادبی سطح پر پاکستانی اکثریتی پنجابی میں عربی فارسی الفاظ کی کثرت اور بھارتی پنجابی میں ہندی سنسکرت کے الفاظ کی کثرت کی بناء پر باہم مختلف ہے، ایک زبان قرار دی جاتی ہے اور یہی صورت حال بھارت میں عربی و دیوناگری ہر دو رسم الخط میں لکھی جانے والی سندھی زبان نیز زیادہ تر عربی رسم الخط میں مگر کسی حد تک ہندی سے مشابہ ''شاردا'' رسم الخط میں لکھی جانے والی کشمیری زبان کی ہے۔

اسی بحث کے تناظر میں لسانی حدود اشتراک و اختلاف کے حوالہ سے اہل زبان و ادب کی توجہ کے لیے برصغیر کے معروف صاحب علم و ادب اور ''دیوان غالب'' (اردو خط نسخ اور ناگری) کے مرتب جناب سردار جعفری کا بیان بھی درج ذیل ہے:

> ''اردو ادب ہندی ادب سے سب سے زیادہ قریب ہے اور دونوں کی بول چال کی زبان اور علاقہ مشترک ہے لیکن پھر بھی اردو میں کچھ خصوصیات ہندی سے الگ ہیں (۴۴)۔''

''ناگری لکھاوٹ میں اردو شعر وادب کا اچھا خاصا حصہ منتقل ہو چکا ہے(۲۵)۔''

بھارت میں اردو۔ ہندی اشتراک و اختلاف کے حوالہ سے نامور مصنف و محقق ڈاکٹر گیان چند جین کا موقف بھی قابل توجہ ہے :

> ''اٹھارہویں صدی کی ابتدا تک اردو اور ہندی کی تفریق نہیں تھی۔ مہاتما گاندھی نے ملک کی زبان ہندوستانی تجویز کی تھی جو اردو اور دیوناگری دونوں خطوں میں لکھی جانی چاہیے۔(۲۶)''

> ''ناخواندہ لوگوں کے لیے یہ زبانیں ایک ہی ہیں۔ پڑھے لکھوں میں اس کی تفریق ہے۔ اسے دور کرنے کی یہی صورت ہے کہ اسکول کی تعلیم کی کسی منزل میں اردو اور دیوناگری دونوں رسم الخط سکھائے جائیں اور بی۔اے اور ایم۔اے میں علیحدہ اردو ادب اور علیحدہ ہندی ادب کے علاوہ ایک ایسا مضمون یا نصاب تیار کیا جائے جسے ہندوستانی ادب کہا جائے۔ اس کے طلبہ دونوں رسم الخط سے کماحقہ، واقف ہوں اور انہیں نصاب میں دونوں رسوم الخط کے ادبوں (یعنی اردو ادب اور ہندی ادب) کے شاہکاروں سے واقف کرایا جائے۔(۲۷)''

خلاصہ کلام

ا۔ اردو اور عربی کے لسانی روابط کی تاریخ سندھی، پنجابی، دہلوی وغیرہ مختلف زبانوں اور بولیوں کے توسط سے پہلی صدی ہجری سے عصر جدید تک تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پر محیط ہے اور اردو زبان کی تخلیق و ارتقاء نیز تحفظ و بقاء میں عربی رسم الخط اور وسیع ذخیرہ عربی الفاظ و اصطلاحات نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اردو، پنجابی، سندھی وغیرہ کا باہم فرق کم وبیش اسی نوعیت کا ہے جیسا کہ مشترکہ فصیح عربی زبان (اللغة العربية الفصحیٰ) اور عربوں کے مختلف قومی اور علاقائی لہجوں اور زبانوں کا۔ برصغیر کے بیشتر علاقوں میں اردو کی زوال پذیر صورتِ احوال میں عربی زبان اور عربی رسم الخط سے رشتہ مضبوط بنا کر اردو کی بقاء اور تحفظ نیز نشر واشاعت میں اہم

کردار ادا کیا جا سکتا ہے۔ اردو کی تشکیل وترویج میں فارسی، ہندی اور ترکی زبان کے کردار کی اہمیت بھی ناقابل تردید ہے اور ان تمام زبانوں کے ارتباط وتقریب میں اردو زبان کو مرکز ومحور کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ جدید علاقائی تناظر میں اردو۔عربی لسانی روابط کے حوالہ سے اس حقیقت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا کہ برصغیر کے پچاس کروڑ سے زائد مسلمانوں کی مشترکہ علمی ودینی زبان عربی ہے نیز امت مسلمہ کی مشترکہ قومی زبان (لسان امت) اور امہات المومنینؓ کے حوالے سے ہر مسلمان کی مادری زبان عربی بھی ہے جس کی تعلیم کلمہ، نماز قرآن وحدیث وعلوم اسلامیہ کے حوالہ سے انفرادی واجتماعی اور قومی وتعلیمی سطح پر لازم وناگزیر ہے اور یہی قرآنی عربی تعلیم پورے برصغیر میں عربی رسم الخط میں لکھی جانے والی اردو زبان کے تحفظ وبقاء کا مؤثر ذریعہ ہے۔

۳۔ برصغیر کے سوا ارب سے زائد باشندوں میں بلا امتیاز مذہب وملت بولی اور سمجھی جانے والی اردو زبان عربی، فارسی، ہندی اور ترکی زبانوں سے مرکب ہے۔ یہ برصغیر کی ایسی آریائی الاصل زبان ہے جو عربی زبان وخط سے مربوط نیز اردو۔ہندی مشترکہ لسانی ڈھانچہ پر مبنی، فارسی اثرات کی حامل اور ترکی وسنسکرت زبان سے کسی قدر وابستہ ہے اور مشترکہ عربی رسم الخط نیز عربی ذخیرہ الفاظ واصطلاحات ہی عربی وفارسی واردو اور ترکی (عثمانی، اوغور وغیرہ) کے ربط باہم کا ضامن ہے۔ اردو کے عربی سے لسانی روابط کو مختصراً درج ذیل اقسام میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اردو کا عربی رسم الخط ۲۔ قرآن وحدیث کے اثرات ۳۔ عربی اسلامی اسماء وکلمات
۴۔ عربی اصطلاحات ۵۔ عمومی عربی الفاظ وکلمات ۶۔ متفرق ادبی اثرات

سفارشات

ان اردو۔عربی لسانی روابط کے ماضی وحال کے تناظر میں مستقبل کے لائحہ عمل کے طور پر بعض تجاویز درج ذیل ہیں:

۱۔ اردو کی لازمی واختیاری تعلیم میں زبان وادب کو مساوی اہمیت دیتے ہوئے لسانی حوالہ سے

درجہ بدرجہ عربی و فارسی قواعد کی تعلیم شامل کی جائے اور یہی طریق کار پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، کشمیری، براہوی، بلتی، شینا اور عربی رسم الخط میں تحریر شدہ دیگر پاکستانی زبانوں کی تعلیم میں اختیار کیا جائے تا کہ ان تمام زبانوں کو باہم مربوط تر اور لسانی لحاظ سے مستحکم تر بنایا جا سکے۔

۲۔ عربی، اردو اور عربی رسم الخط میں تحریر شدہ زبانوں بالخصوص پاکستانی زبانوں کی تعلیم واشاعت میں حائل نسخ و نستعلیق کے مسائل حل کیے جائیں اور خط نسخ کو اردو۔عربی۔علاقائی زبانوں کے مشترک رسم الخط کی حیثیت سے حتی الامکان فروغ دیا جائے نیز حروف واصوات زائدہ کے مسائل پر غور کرتے ہوئے مربوط حکمت عملی اختیار کی جائے اور قرآنی عربی حروف کی ناظرہ تعلیم کو اردو اور دیگر عربی الخط زبانوں کی حرف شناسی وابتدائی تعلیم سے مربوط کر کے خواندگی کے تناسب میں عظیم الشان اضافہ کا لائحہ عمل تشکیل دیا جائے۔

۳۔ اردو زبان میں حتی الامکان عربی اصطلاحات کا عالمی نظام اختیار کیا جائے اور حسبِ ضرورت فارسی و ہندی وغیرہ کی اصطلاحات سے بھی استفادہ کیا جائے نیز اردو اور دیگر پاکستانی و برصغیری زبانوں پر انگریزی زبان واصطلاحات کے اثرات کم کرنے کے لیے مشترک لائحہ عمل اختیار کیا جائے اور پاکستان و برصغیر کی مختلف زبانوں کے مابین اخذ واستفادہ کے عمل کو مؤثر تر بنایا جائے۔

۴۔ اردو اور ہندی کے مابین حد فاصل اردو کا عربی الاصل رسم الخط اور ہندی کا سنسکرت الاصل (دیوناگری) رسم الخط ہے۔لہٰذا ہندی زبان کی بعض مراحل کی تعلیم میں اردو کے عربی رسم الخط کی تدریس اور اردو میں سنسکرت الاصل ہندی رسم الخط (دیوناگری لپی) کی تدریس پر غور کیا جائے تا کہ برصغیر کے لسانی رابطہ میں حائل رکاوٹیں کم کی جا سکیں۔

ان حوالوں سے جامعہ پنجاب اور دیگر پاکستانی جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی اردو کے نصابات میں عربی و فارسی قواعد کے ہمراہ ہندی رسم الخط (دیوناگری لپی) کی موجودہ لازمی واختیاری تدریس کو بطور خاص پیش نظر رکھا جائے۔

☆☆☆☆☆

حواشی

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو" تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند"، جلد دوم (عربی ادب)، مطبوعہ جامعہ پنجاب، لاہور۱۹۷۲ء، ص۵ (مقدمہ)، ص۲۹ وغیرہ۔

(۲) عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، جولائی ۱۹۷۳ء، ص۱۰۰۶ (ھند)

(۳) اردو کی ابتداء وارتقاء کی تفصیلی بحث کے لیے بالخصوص ملاحظہ ہو مقالہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار بعنوان "اردو کی پیدائش اور ارتقاء" مطبوعہ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وھند، اردو ادب، جلد اول، طبع دوم، ۲۰۰۹ء، جامعہ پنجاب لاہور، ص۔۳۶۔۵۵ بعد۔

(۴) یہ معلومات متفرق مصادر سے ماخوذ ہیں۔

(۵) عربی رسم الخط کے مختلف ارتقائی مراحل کے حوالہ سے عربی زبان میں ملاحظہ ہو" تاریخ الخط العربی" تالیف دکتور صلاح الدین مُنَجِّد۔

(۶) ابوالکلام آزاد، تذکرہ، مرتبہ مالک رام، ناشر مکتبہ جمال اردو بازار لاہور، فروری ۱۹۹۹ء، فہرست آیات قرآنی واردہٗ متن، ص۴۹۸۔۵۱۵، نیز فہرست احادیث واردہٗ متن، ص۵۱۶۔۵۲۳۔

(۷) کلیات اقبال (اردو) طابع ڈاکٹر جاوید اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز انارکلی لاہور، اشاعت دوم، جنوری ۱۹۷۵ء، ص۴۷۷ (ضرب کلیم: ۱۵) زیر عنوان "لا الہ الا اللہ"۔

(۸) کلیات اقبال (اردو)، ص۱۶۵ (بانگ درا، شکوہ)۔

(۹) کلیات اقبال (اردو)، ص۲۰۷ (بانگ درا)۔

(۱۰) کلیات اقبال (اردو)، ص۲۸۲ (بانگ درا، غزلیات)۔

(۱۱) کلیات اقبال (اردو)، ص۳۵۹ (بال جبریل: ۶۷)۔

(۱۲) کلیات اقبال (اردو)، ص۳۶۹ (بال جبریل: ۷۷)۔

(۱۳) قوسین میں دیے گئے الفاظ غیر عربی ہیں۔

(۱۴) دیوان غالب (اردو خط نسخ وناگری) مرتبہ سردار جعفری، مطبوعہ ھندوستانی بک ٹرسٹ بمبئی، ۱۹۵۸ء، ص۔۸۶

(۱۵) کلیاتِ اقبال (اردو)، ص۴۰۴ (بالِ جبریل: ۱۱۲)، شیخ غلام علی اینڈ سنز انارکلی لاہور، اشاعت دوم، جنوری ۱۹۷۵ء۔

(۱۶) حلیمہ منصور، مقالہ پی ایچ ڈی بعنوان ''أثر اللغة العربية في اللغة الأردية'' شعبہ عربی، جامعہ پنجاب لاہور پاکستان، ۲۰۰۸ء۔

(۱۷) قوسین میں دیئے گئے الفاظ غیر عربی ہیں۔

(۱۸) قانون اساسی جمہوری اسلامی ایران، تہران، ابانماہ ۱۳۵۸، فصل دوم، اصل شانزدہم، ص۲۰، چاپ خانہ شورائی ملی جمہوری اسلامی ایران۔

(۱۹) بحوالہ ڈاکٹر محمد ناصر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ فارسی، کلیہ شرقیہ جامعہ پنجاب لاہور۔

(۲۰) بحوالہ پروفیسر ڈاکٹر شمیم حنفی (دہلی)، اورینٹل کالج میں خصوصی لیکچر (۲۰۱۰ء) کے لیے آمد کے موقع پر بالمشافہ گفتگو۔

(۲۱) بحوالہ عزالدین، مقالہ پی ایچ ڈی عربی بعنوان ''مساهمة د. محمد يوسف كوكن العمري في الدارسات العربية بالهند'' نگران ڈاکٹر محمد سفیان اصلاحی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء، ص۳۲

(۲۲) حکایت ڈاکٹر حمید اللہ، بروایت ڈاکٹر امین اللہ وثیر، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ پنجاب (سابق استاذ زائر ارضیس یونیورسٹی ترکیہ) بحوالہ خطاب ڈاکٹر محمد حمید اللہ انقرہ، ۱۹۵۵ء (انہوں نے ترکوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آپ کی مادری زبان میں تقریر کروں گا اور پھر عربی میں تقریر شروع کر دی، اختتام پر انہوں نے کہا کہ سورۃ الاحزاب کی آیت: ۶ میں ازواجِ رسولؐ کو امہات المومنینؓ قرار دیا گیا ہے لہٰذا ہر مسلمان کی مادری زبان عربی ہے۔ اس پر ترکوں نے پُرزور تالیاں بجا کر ان کی توجیہ کی تحسین کی)۔

(۲۳) بحوالہ ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم، رئیس شعبہ اردو، جامعہ ازہر، قاہرہ۔

(۲۴، ۲۵) سردار جعفری، دیباچہ دیوان غالب (اردو نسخ۔ ناگری) مرتبہ سردار جعفری، ہندوستانی بک ٹرسٹ بمبئی، ۱۹۵۸ء، ص۴۱۔

۲۶، ۲۷۔ ڈاکٹر گیان چند جین، لسانی رشتے (باب: اردو۔ ہندی، ہندوستانی)، مطبوعہ مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص۱۵۳، ۱۵۴۔